Annual Methodological Archive Research Review
http://amresearchreview.com/index.php/Journal/about
Volume 3, Issue 10 (2025)

Online ISSN 3007-3197 | Print ISSN 3007-3189

http://amresearchreview.com/index.php/Journal/about

A Study of the Paradox in the Short Story "Zindon k Liye Taziyat Nama."

افسانہ "زندوں کے لیے تعزیت نامہ" میں پیراڈوکس کا مطالعہ

Bureera Fara Naz
M.Phil Urdu Scholar, National University of Modern Languages (NUML) Islamabad
bureeraf@gmail.com
Dr. Arshad Mahmood Haadi
Lecturer, National University of Modern Languages (NUML), Islamabad
Muhammad Sohrab Saleem
Director, World Peace Diplomats, PhD Scholar, MY University, Islamabad, Pakistan.
Email: msohrabsaleem@gmail.com

ABSTRACT

Khalid Javed's 'Zindon K Liye Taziyat Nama' is an essential Short Story in its style, subject, and technique. The style of fiction is simple but complex from the inside. It can present the Paradox of reality, which the fiction writer has presented with the help of the duality of soul and body, cleanliness and filth, health and disease, death and eternity, and love and sin. An essential part of this style is to bring Irony to terms with its possible possibilities. In fiction, there is an irony: the process of presenting the tension between two Paradoxes worlds, two opposing narratives of life, and the strange absurdity it produces. This Short Story will be analyzed in this context.

Key Terms: Paradox, Fiction, Analysis, Criticism, Zindon K Liye Taziyat Nama.

قول محال، جسے انگریزی میں پیراڈوکس کہا جاتا ہے، ادب میں ایک ایسا عنصر ہے۔ جو بظاہر نا قابل یقین یا متضاد باتوں کو ایک ساتھ پیش کرتا ہے، جو عام طور پر عقل کو چیلنج کرتی ہیں اور قاری کو سوچنے پر مجبور کرتی ہیں۔ یہ ادبی تکنیک مصنفین اپنی تخلیقی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ یہ تکنیک عموماً کہانی کی گہرائی میں چھپی حقیقتوں کو آشکار کرنے کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔ اردو افسانے میں قول محال کو استعمال کرنے کے مختلف طریقے پائے جاتے ہیں جو کہانی کی دلچسپی اور معنویت کو بڑھا دیتے ہیں۔

Online ISSN 3007-3197
Print ISSN 3007-3189
http://amresearchreview.com/index.php/Journal/about

قول محال کا بنیادی مقصد قاری کو حیرت میں مبتلا کرنا اور اس کے تصورات و خیالات کو چیلنج کرنا ہوتا ہے۔ یہ متضاد حالات بیانات کی صورت میں سامنے آتا ہے جو بظاہر تو ناقابل یقین ہوتے ہیں مگر گہرائی میں حقیقت کے ایک نئے پہلو کو اجاگر کرتے ہیں۔ مثلاً، ایک مشہور پیراڈوکس ہے "یہ جملہ غلط ہے"، جو اپنی ہی تصدیق اور تردید کرتا ہے۔ اس قسم کے بیانات قاری کو سوچنے پر مجبور کرتے ہیں کہ بظاہر سادہ نظر آنے والی حقیقتیں بھی گہرائی میں پیچیدہ ہو۔

افسانہ "زندوں کے لیے ایک تعزیت نامہ" میں قول محال کے عناصر ملتے ہیں جو کہانی کو نہ صرف دلچسپ بناتے ہیں بلکہ قاری کو گہرے فلسفیانہ اور وجودی سوالات کی طرف بھی مائل کرتے ہیں۔ یہ افسانہ زندگی اور موت کے درمیان موجود دھندلی سرحد کو نمایاں کرتا ہے اور مختلف کرداروں کے ذریعے قول محال کو سامنے لاتا ہے۔

افسانے میں ایک مرکزی قول محال یہ ہے کہ ایک زندہ شخص اپنے آپ کو مردہ تصور کرتا ہے اور اس کے گرد موجود لوگ بھی اس کو اسی نظر سے دیکھتے ہیں۔ یہ صورتحال بظاہر متضاد نظر آتی ہے کیونکہ ایک زندہ شخص کیسے مردہ ہو سکتا ہے؟ مگر اس قول محال کے ذریعے مصنف نے زندگی کی بے ثباتی اور موت کی ابدیت کو نمایاں کیا ہے۔

کہانی کے ایک کردار کے ذریعے، جو خود کو مردہ سمجھتا ہے، زندگی کے معنی اور مقصد پر سوالات اٹھائے جاتے ہیں۔ یہ قول محال قاری کو سوچنے پر اکساتا ہے کہ آیا زندگی محض ایک جسمانی وجود ہے یا اس کے ساتھ ایک گہری معنوی حقیقت بھی جڑی ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ افسانے میں کرداروں کے رویے اور ان کے باہمی تعلقات بھی قول محال کی شکل اختیار کر لیتے ہیں، جہاں بظاہر معمولی واقعات بھی گہرے معنوی سوالات کو جنم دیتے ہیں۔

قول محال فلسفیانہ مباحث کا حصہ ہوتا ہے جہاں حقیقت، علم اور وجود کے بارے میں بنیادی سوالات اٹھائے جاتے ہیں۔ "زندوں کے لیے ایک تعزیت نامہ" میں بھی یہی رجحان نظر آتا ہے جہاں کرداروں کی سوچ اور ان کے تجربات فلسفے کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرتے ہیں۔

قول محال ایک اہم ادبی تکنیک ہے جو کہانی کی گہرائی اور معنویت کو بڑھانے کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ افسانہ میں قول محال کے مختلف عناصر کو استعمال کیا گیا ہے جو کہانی کو نہ صرف دلچسپ بناتے ہیں بلکہ قاری کو گہرے فلسفیانہ سوالات کی طرف بھی مائل کرتے ہیں۔ اس افسانے میں زندگی اور موت کے درمیان موجود عمیق سرحد کو نمایاں کرتا ہے اور مختلف کرداروں کے ذریعے قول محال کو اجاگر کیا گیا ہے، جو کہانی کی معنویت اور دلچسپی کو کئی گنا بڑھا دیتا ہے۔

خالد جاوید کی پیدائش 9 مارچ 1960ء کو اتر پردیش کے ایک گاوں بریلی میں ہوئی۔ ان کا تعلق ایک ادبی گھرانے سے ہے۔ اردو ادب سے لگاو رکھتے تھے۔ انہوں نے اردو زبان کی تصنیف و تالیف کا کام بھی تعلیم کے ساتھ ساتھ جاری رکھا۔ ان کا شمار بہترین ہندی ناول نگاروں اور اردو افسانہ نگاروں میں ہوتا ہے۔

خالد جاوید کا پہلا افسانوی مجموعہ ”برے موسم میں“ کے عنوان سے 2000 میں شائع ہوا۔ اس افسانوی مجموعے میں آٹھ کہانیاں شامل ہیں۔ ان کا دوسرا افسانوی مجموعہ ”آخری موت“ کے نام سے 2007 میں شائع ہوا۔ اس مجموعہ میں نو کہانیاں شامل ہیں۔ اس کے بعد تیسرا افسانوی مجموعہ 2020 میں ”

Online ISSN 3007-3197
Print ISSN 3007-3189
http://amresearchreview.com/index.php/Journal/about

تین کہانیاں" کے نام سے شائع ہوا۔اس افسانوی مجموعے میں تین کہانیاں" تاش کے پتوں کا عجاب گھر"،"نیند کے خلاف ایک بیانیہ"،" زندوں کے لیے ایک تعزیت نامہ" شامل ہیں۔ان کہانیوں میں بیانیہ، مکالماتی اور خود کلامی تینوں طرح کی تکنیک دیکھنے کو ملتی ہے۔ان کے بیشتر افسانے تو سیدھے سادھے ہیں لیکن پیچیدہ اور اہم بنانے کے لیے شعوری کوشش بھی کی گئی ہے۔ جس سے بعض افسانوں میں ڈرامائی عناصر دیکھنے کو ملتے ہیں۔انہوں نے اپنی تخلیقات کے لیے براہ راست یا بلواسطہ روایت سے اثر قبول کر کے اپنی ایک الگ راہ نکالی ہے اور یہی ان کی انفرادیت ہے۔

ان کی تصانیف میں " نعمت خانہ " آخری دعوت " اور "موت کی کتاب " شامل ہیں۔ جن کی وجہ سے ان کو منفرد انداز اور داستان بیان کے لیے بہت سراہا گیا ہے۔ وہ اس وقت جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی میں پروفیسر ہیں۔اپنے افسانوں کی وجہ سے، پروفیسر خالد جاوید ادب کے معروف ادیب اور ابن صفی کے ماہر ہیں جنھیں پاکستان اور ہندوستان میں یکساں مقبولیت حاصل ہے۔

ان کی مشہور کتابیں درجہ ذیل ہیں۔

1. "آخری دعوت" 2007 میں "پینگوئین کتاب گھر" سے شائع ہوئی۔
2. "تفریح کی ایک دوپہر" 2008 میں کراچی میں شائع کی گئی۔
3. " کہانی" موت اور بدیسی زبان" 2008 میں دہلی میں تعلیمی پبلشنگ ہاؤس سے شائع ہوئی۔
4. " جبرئیل گرشیا مارکویز: فین" اور " شخصیات" 2010 میں کراچی سے شائع ہوئی۔
5. "موت کی کتاب" عرشیہ پبلیکیشنز دہلی نے شائع کی۔
6. " نعمت خانہ" 2014 بھی عرشیہ پبلیکیشنز دہلی سے شائع ہوئی۔
7. میں" تین کہانیاں" 2020 میں عرشیہ پبلیکیشنز دہلی سے شائع ہوئی۔

خالد جاوید افسانہ نگار کے علاوہ ناول نگار، تنقید نگار، مضمون نگار اور بطور شاعر بھی نظر آتے ہیں انہوں نے مختلف اصناف میں قلم آزمائی کی لیکن سب سے زیادہ شہرت افسانہ نگاری سے حاصل کی۔

پیراڈوکس ایک فلسفیانہ اصطلاح ہے۔اردو میں قول محال کے لیے پیراڈوکس کا لفظ استعمال ہوا ہے۔قول محال (Paradox) سے مراد وہ مضمون ہے جو تسلیم شدہ تصور کے برعکس ہو یعنی کسی حقیقت کو اس طرح ظاہر سے کیا جائے کہ بظاہر مفہوم عام معنی سے متضاد معلوم ہو اگر غور کیا جائے تو وہ درست معلوم ہو۔

پیرا کا معنی ہے "متضاد" اور ڈوکسا کا معنی ہے "رائے" ۔

Annual Methodological Archive Research Review
http://amresearchreview.com/index.php/Journal/about
Volume 3, Issue 10 (2025)

Online ISSN 3007-3197 | Print ISSN 3007-3189
http://amresearchreview.com/index.php/Journal/about

پیراڈوکس ایسا بیان ہوتا ہے جو دو باہم متضاد آراء کا مجموعہ ہوتا ہے۔

مثال کے طور پر،

"میں جھوٹ بولتا ہوں" ۔

مندرجہ بالا مثال میں کہ "میں جھوٹ بولتا ہوں" ایک پیراڈوکس ہے۔اس بیان کی صداقت کا پتا لگنا محال ہے کیونکہ یہ دو پہلوئی متضاد حقیقت بیان کرتا ہے مثلاً؛ اگر میں جھوٹ بول رہا ہوں تو یہ عبارت سچ ہے اور اگر میں سچ بول رہا ہوں تو یہ عبارت جھوٹ ہے کہ میں جھوٹ بولتا ہوں۔

قول محال کے بارے میں ناصر عباس نیر لکھتے ہیں؛

"ایک ایسا منظوم یا منثور بیان جس کے معنی کا ادراک محال ہو۔" "معنی کا ادراک محال کب ہوتا ہے؟" کئی بار تو ہم اپنی غفلت کے سبب معنی کا ادراک نہیں کر پاتے، کئی بار کی لاشعوری الجھن میں پھنسے ہونے کے سبب، سامنے کی سادہ چیز پلے نہیں پڑتی اور کچھ صورتوں میں معنی کو قصداً اوجھل رکھا گیا ہوتا ہے؛ پیرایہ بیان کو دانستہ پیچیدہ بنایا جاتا ہے، تاکہ قاری کو ذہنی کاوش کرنی پڑے۔اکثر پہیلیوں اور معموں میں یہ صورت نظر آتی ہے۔لیکن ایک صورت ان کے علاوہ بھی ہوتی ہے۔پیرایہ بیان، بہ ظاہر بالکل سادہ سا ہوتا ہے، ہر لفظ کے معنی معلوم ہوتے ہیں، مگر پورے بیان کے معنی آسانی سے ہاتھ نہیں آتے۔یہ اس وقت ہوتا ہے جب ایک ہی وقت میں، دو باتیں کہی جائیں اور وہ پہلی نظر میں ایک دوسرے کی تردید کرتی ہوں لیکن بہ نظر غائر دیکھیں تو تردید نہ کرتی ہوں، بلکہ تردید کے پردے میں کوئی گہری بات موجود ہو۔ایک بات، دوسری بات کی تردید کرے، یہ بات سمجھ میں آتی ہے لیکن اس تردید میں کوئی گہرا معنی مضمر ہو، یہ بات آسانی سے سمجھ نہیں آتی۔یہی قول محال ہے۔" (1)

قول محال مغربی اصطلاح پیراڈاکس کا ترجمہ ہے۔اس کے لیے دروغ نما راستی کی اصطلاح بھی دیکھنے میں آئی ہے۔ادبی اصطلاح کے طور پر قول محال کے معنی ہیں ایسا بیان جو بادی دوست النظر میں معنوی تضاد کا شکار معلوم ہو جیسے:

(2)"Child is the father of man"

سقراط کا مشہور قول ہے۔

" میں یہ جانتا ہوں کہ میں کچھ نہیں جانتا۔" (3)

یہ قول محال کی بہترین مثال ہے۔ایک ہی سانس میں اپنے علم اور لاعلمی کا اظہار کیا گیا ہے۔" میں کچھ نہیں جانتا۔ایک بات ہے۔" میں یہ حقیقت جانتا ہوں"۔یہ دوسری بات ہے، دوسری بات پہلی بات کی تردید ہے۔لیکن کیا واقعی؟ غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ، جو شخص اپنی واقف ہوتا ہے؟ وہ بے علم کیسے ہو سکتا ہے۔اپنی بے علمی کا علم رکھنے والا کوئی عام عالم نہیں ہوتا۔وہ اپنے علم کی حدوں کو جانتا ہے۔چوں کہ اپنے علم کی حد سے واقف ہوتا ہے، اس لیے وہ

Annual Methodological Archive Research Review
http://amresearchreview.com/index.php/Journal/about
Volume 3, Issue 10 (2025)

Online ISSN 3007-3197 Print ISSN 3007-3189
http://amresearchreview.com/index.php/Journal/about

مبالغے اور غرے سے خود کو بچاتا ہے؛ احتیاط پسند ہونے کے ساتھ ساتھ وہ انکسار سے کام لیتا ہے۔ اپنے علم کی حدیں وسیع کرنے کی آرزو رکھتا ہے۔ جس کا ہم انسان نہایت معمولی علم حاصل کر سکتے ہیں اور جیسے جیسے علم حاصل کرتے ہیں یہ احساس بڑھتا رہتا ہے کہ کتنا کچھ ہمارے علم کے دائرے سے باہر ہے۔ جیسے یہ علم میں وسعت دراصل اپنی بے علمی و جہالت میں اضافے کا باعث بنتی ہے۔ سقراط کے اس مذکورہ قول محال کے معانی تک رسائی حاصل کرنا کافی مشکل ہے۔

قول محال ایک ہی لفظ، معنی یا پھر ایک کی شکل کی دو مختلف صورتیں ہیں۔ ایک ہی معنی میں صحیح اور غلط دونوں کے مابین دونوں صورتیں موجود ہوں لیکن ان میں کوئی فرق نہ کیا جا سکے۔ ایک ہی بیانیہ کے اندر دو مختلف بیانیے ہوتے ہیں۔ ایک بیانیہ کے اندر دو مختلف جہات، صورتیں، معنی اور حالتیں ہوتی ہیں۔ اگر ایک حق میں ہو تو دوسری اس کے مخالف رویہ کے طور پہ سامنے آتی ہے۔

قول محال کی تعریف کرتے ہوئے انور جمال لکھتے ہیں؛

”قول محال ایک ایسا تضادی بیان ہے، جو مسلمہ تصور کے برعکس ہوتا ہے۔ قول محال محض تضاد نہیں بلکہ قول محال جہاں شروع ہوتا ہے وہاں تضاد ختم ہونے لگتا ہے۔ تضاد تو ایک عام سی حقیقت ہے۔ جس کے فنی بیان میں دلکشی تو ہے مگر صنعت کاری کا جمال دلفریب نہیں۔“(4)

جس طرح زندگی کے دو مختلف پہلو ہیں جیسے روح اور زندگی یا پھر زندگی اور موت یہ ایک ہی شے کی دو مختلف صورتیں ہیں۔ قول و محال کے ذریعے شاعر اور ادیب حقائق کی طرف اشارہ نہیں کرتا بلکہ قاری میں حیرت اور تجسس کی کیفیت کو پیدا کر دیتا ہے۔

پیراڈوکس تخلیقی سوچ کو بڑھاوا دینے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ دماغ کو متجسس کرنے کے لیے کچھ مزید مشہور پیراڈوکسز درج ذیل ہیں۔

ایک حجام ان تمام لوگوں کی شیو کرتا ہے جو اپنی شیو خود نہیں کرتے ہیں۔ کیا حجام اپنی شیو خود کرتا ہے؟

اگر حجام خود اپنی شیو کرتا ہے تو وہ اپنی بات کے متضاد چلا جاتا ہے کہ وہ صرف انکی شیو کرتا ہے جو خود اپنی شیو نہیں کر سکتے۔ اور اگر حجام اپنی شیو خود نہیں کرتا، تو پھر بھی وہ اپنی بات کے متضاد جاتا ہے کہ ہر وہ شخص جو اپنی شیو خود نہیں کر سکتا اسکی شیو حجام کرتا ہے۔ کیا حجام اپنی شیو خود کرتا ہے؟۔ یہ ایک باربر پیراڈوکس ہے۔

سیٹ الف ان تمام سیٹوں پر مشتمل ہے جو خود پر مشتمل نہیں ہوتے۔

کیا سیٹ الف خود پر مشتمل ہے؟ اگر سیٹ الف ایسا سیٹ ہے جو خود پر مشتمل نہیں ہے تو لازم آتا ہے کہ وہ خود پر مشتمل ہو کیونکہ خود پر مشتمل نہ ہونے والے سیٹ ہی سیٹ الف کا حصہ بن سکتے ہیں، جب سیٹ الف خود پر مشتمل سیٹ نہیں تو یہ خود پر مشتمل ہونا چاہیے اور اگر سیٹ الف خود پر مشتمل ہے تو اپنی تعریف کے متضاد چلا جاتا ہے کہ یہ ان تمام سیٹوں کا سیٹ ہے جو خود پر مشتمل نہیں ہوتے۔ اس کو رسل پیراڈوکس کہتے ہیں۔ رسل پیراڈوکس کو نیو سیٹ تھیوری بھی کہتے ہیں۔

Online ISSN 3007-3197
Print ISSN 3007-3189
http://amresearchreview.com/index.php/Journal/about

گریلنگ نیلسن پیراڈوکس سمجھنے سے پہلے دو اصطلاحات کو سمجھنا ضروری ہے۔

ایسا لفظ جو اپنی تعریف خود کرتا ہو۔ اوٹولوجیکل کہلاتا ہے۔

مثلاً؛ لفظ "مختصر" ایک مختصر لفظ ہے لہذا یہ اوٹولوجیکل ہے۔ اسی طرح لفظ "لفظ" بھی اوٹولوجیکل ہے کیونکہ "لفظ" خود بھی ایک لفظ ہے۔ اسی طرح "محدود" ایک محدود لفظ ہے۔

ایسا لفظ جو اپنی تعریف خود نہ کرتا ہو۔ ہیٹرولوجیکل کہلاتا ہے۔

مثلاً؛ لفظ "لمبا" ایک لمبا لفظ نہیں ہے۔ لہذا یہ ہیٹرولوجیکل ہے۔ لا محدود، نامکمل، ناتمام وغیرہ۔

یہ سب قول محال ہیں۔ یہ اپنی ہی تردید کرنے والے ہیں۔ ایک رنگ دوسرے رنگ کو کاٹنے والا ہے، لیکن یہ سب اپنے اندر یہ رمز پنہاں کیسے ہوئے ہیں کہ فن جس سچائی کو پیش کرتا ہے، وہ کس قدر پیچیدہ ہے اور منطق کے بر خلاف ہے۔

موت سے پہلے مرنے کا کیا مطلب ہے؟ کوئی جیتے جی کیسے مر سکتا ہے؟ یہی قول محال پہلی نظر میں محسوس ہوتا ہے، مگر غور کرو کہ موت ہے کیا؟ اس کا جواب کوئی نہیں دے سکتا۔ اس لیے کہ جو لوگ موت کا تجربہ کرتے ہیں، وہ اس تجربے کو بیان نہیں کر سکتے۔ بہت سے لوگوں نے موت کے قریب جانے کے تجربات بیان کیے ہیں، موت کے نہیں۔ (وہ سب تجربات موت کے خوفناک ہونے کی نفی کرتے ہیں) ۔ ہم فانی انسان موت کو ایک خوف میں لپٹی حقیقت کے طور پر دیکھتے ہیں۔ جیتے جی موت کا خوف ختم کر دینا اور اپنی فنا کو قبول کر لینا موت سے قبل مر جانا ہے۔

فن قول محال کو پیش کرتا ہے۔ زندگی کی حقیقی پیچیدگی اور تضادات کو پیش کرتا ہے، انسان موت کی حقیقت کو سمجھتا ہے مگر اس سب کے باوجود وہ اس جیون کا جشن بھی مناتا ہے۔ فن کی ایک آنکھ روتی اور دوسری ہنس رہی ہوتی ہے۔

افسانہ "زندوں کے لیے ایک تعزیت نامہ" میں قولِ محال (paradox) کا استعمال ایک اہم اور معنی خیز پہلو ہے۔ قولِ محال وہ صورتِ حال ہوتی ہے جہاں بظاہر دو متضاد یا مخالف باتیں ایک ساتھ موجود ہوتی ہیں۔ یہ بیک وقت حق اور باطل کا مجموعہ ہوتی ہیں، جو عقل اور منطق کے عمومی قوانین کے خلاف نظر آتی ہیں۔

"زندوں کے لیے ایک تعزیت نامہ" میں قولِ محال مختلف جگہوں پر نمایاں ہے۔ اس افسانے میں موت اور زندگی کی دو حالتیں بیک وقت موجود ہیں۔ اس کی مثال اس طرح دی جاسکتی ہے کہ ایک شخص جو ظاہری طور پر زندہ ہے، مگر اندرونی طور پر مر چکا ہے، یا ایک شخص جو مر چکا ہے، مگر اس کی یادیں اور اثرات زندہ ہیں۔

افسانے کی کہانی میں، ایک فرد کی زندگی اور موت کی کشمکش کو دکھایا گیا ہے۔ فرد کا جسمانی طور پر زندہ ہونا مگر روحانی اور جذباتی طور پر مردہ ہونا ایک قولِ محال

Online ISSN 3007-3197
Print ISSN 3007-3189
http://amresearchreview.com/index.php/Journal/about

ہے۔یہ حالت قاری کو زندگی کے حقیقی معانوں پر غور کرنے پر مجبور کرتی ہے۔

افسانے میں قولِ محال کا استعمال اس پیغام کو اجاگر کرتا ہے کہ حقیقی زندگی اور موت محض جسمانی حالتوں پر منحصر نہیں بلکہ روحانی اور جذباتی حالتوں پر بھی منحصر ہوتی ہیں۔ایک شخص جو اندر سے مردہ ہے، وہ حقیقی زندگی نہیں جی رہا اور ایک شخص جو جسمانی طور پر مر چکا ہے مگر اس کی یادیں اور اثرات زندہ ہیں، وہ ہمیشہ کے لیے زندہ رہتا ہے۔

افسانے میں قولِ محال کا استعمال اس کی ادبی اہمیت کو بڑھاتا ہے۔یہ قاری کو محض کہانی نہیں سناتا بلکہ اسے گہرائی میں جا کر سوچنے پر مجبور کرتا ہے۔زیر مطالعہ افسانے میں قولِ محال کے ذریعے مصنف نے زندگی اور موت کی پیچیدگیوں کو بیان کیا ہے جو عام انسانی فہم سے بالاتر ہیں۔

زیر مطالعہ افسانے میں ''زندگی میں موت'' ایک ایسا کردار ہے۔جو ظاہری طور پر زندہ ہے مگر اس کی زندگی میں کوئی مقصد یا خوشی نہیں، اسے مردہ کہا جا سکتا ہے اور ''موت میں زندگی'' ایک ایسا کردار جو مر چکا ہے مگر اس کی یادیں، اثرات اور خیالات زندہ ہیں، اس کو ایک طرح سے زندہ کہا جا سکتا ہے۔

قولِ محال "زندوں کے لیے ایک تعزیت نامہ" میں ایک اہم عنصر ہے جو کہانی کی گہرائی اور پیچیدگی کو بڑھاتا ہے۔یہ قاری کو محض کہانی سے لطف اندوز ہونے کی بجائے، زندگی اور موت کے حقیقی معانی پر غور کرنے پر مجبور کرتا ہے۔افسانے میں قولِ محال کا استعمال اس کی ادبی اہمیت کو بھی اجاگر کرتا ہے اور قاری کو ایک نئے انداز سے سوچنے پر آمادہ کرتا ہے۔

مصنف نے اس افسانے میں قولِ محال کے ذریعے زندگی کے حقیقی معانی کو بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔یہ افسانہ قاری کو زندگی کی حقیقتوں پر غور کرنے کی دعوت دیتا ہے اور اسے اس بات کا احساس دلاتا ہے کہ حقیقی زندگی محض جسمانی حالت پر منحصر نہیں بلکہ روحانی اور جذباتی حالت پر بھی منحصر ہے۔اس طرح، "زندوں کے لیے ایک تعزیت نامہ" ایک معنی خیز اور گہرائی والا ادبی شاہکار ہے جو قولِ محال کے ذریعے قاری کو ایک نئی دنیا میں لے جاتا ہے۔

افسانے "زندوں کے لیے ایک تعزیت نامہ" میں مختلف علامات کا استعمال کیا گیا ہے۔جو قول محال (paradox) کی گہری سمجھ بوجھ فراہم کرتی ہیں۔

مثلاً:

ا۔سائن بورڈ پر پھانسی کے پھندوں کے نشان:

سائن بورڈ پر پھانسی کے پھندوں کے نشان معاشرتی انصاف کی خوفناک حقیقت کو ظاہر کرتے ہیں۔ایک طرف انسانیت کا قتل کیا جاتا ہے جبکہ دوسری طرف اسے انصاف کا نام دیا جاتا ہے۔یہاں ایک طرف زندگی کی بقا کے لیے کشمکش اور دوسری طرف انصاف کے نام پہ انسانیت کا قتل افسانے میں قول محال کی بہترین انداز میں عکاسی ہے۔یہ نشانات اس بات کی علامت ہیں کہ معاشرتی انصاف کی ظاہری شکل اور اس کے عملی اقدامات میں تضاد ہے۔اس طرح کا انصاف زندگی کے حقائق سے نظریں چرانے اور حقیقت سے منہ موڑنے کے برابر ہے۔

Online ISSN 3007-3197
Print ISSN 3007-3189
http://amresearchreview.com/index.php/Journal/about

" اس کی نظر سامنے لگے چمکتے ہوئے سائن بورڈ پر پڑی جہاں سرخ رنگ کا پھانسی کا پھندہ بنا ہوا تھا اور تحریر تھا۔

'سڑک پر سگریٹ پینے والے کا جرمانہ سزائے موت ہے۔ فضا کو کسی بھی طرح گندا کرنے والے کو شارع عام پر پھانسی دی جائے گی۔" (5)

یہ اقتباس انسانی معاشرت میں موجود ناانصافیوں اور غیر منطقی قوانین کی نشاندہی کرتا ہے۔ سڑک پر سگریٹ پینے پر سزائے موت دینا یا حقیقی دنیا میں سگریٹ پینے پر سزائے موت دینا نہ صرف غیر منصفانہ بلکہ انتہائی غیر منطقی اقدام ہے۔ یہ قانون انسانی زندگی کی قدر و قیمت کو نظر انداز کرتے ہوئے معمولی سے جرم پر سنگین سزا دیتا ہے۔ اس کے علاوہ حقیقی دنیا میں فضا کو گندا کرنے والے عوامل پر سزا دی تو جاتی ہے لیکن اس حد تک نہیں کہ اسے موت کی سزا بنا دیا جائے۔ یہ قانون بھی غیر منطقی اور غیر منصفانہ ہے۔

یہ اقتباس قول محال کو اس طرح بیان کرتا ہے کہ غیر منطقی اور غیر معقول قوانین کے ذریعے انسانی زندگی کی اہمیت اور حقوق کو پامال کیا جاتا ہے۔ یہ ایک طنزیہ اور ناقدانہ پہلو پیش کرتا ہے جو معاشرتی ناانصافیوں اور ظلم کو اجاگر کرتا ہے۔

۲۔ جڑواں لوگوں کا فطرت کی خلاقیت کے خلاف سمجھا جانا:

جڑواں افراد کو فطرت کی تخلیقات کے خلاف سمجھا جانا اس بات کی علامت ہے کہ معاشرتی تصورات کس طرح فطرت کے ساتھ تضاد پیدا کر سکتے ہیں۔ جڑواں ہونا فطرت کا ایک حصہ ہے لیکن انہیں غیر معمولی یا غیر فطری سمجھنا قول محال ہے۔ یہ اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ فطرت میں موجود تنوع کو اکثر انسانی تصورات اور معاشرتی اصولوں کے مطابق پرکھا جاتا ہے، جو کہ حقیقت میں فطرت کے تنوع کا انکار ہے یا فطرت کے اصولوں کے خلاف جانا ہے۔ جو انسان کو فطری راہ کی بجائے غیر فطری اور غیر اخلاقی راستوں پر چلنے کی نشاندہی ہے اور زندگی کے اسرار و رموز میں انسان کی بے جا مداخلت کے برابر ہے۔ زندگی کی حقیقتوں میں انسان کی بے سبب مداخلت اسے تباہی کے راستوں کی طرف گامزن کرتی ہے یہ بھی قول محال ہے۔

" اس کمرے میں دو مرد اور دو عورتیں، کھانے کی میز پر بیٹھے تھے۔

دونوں مرد جڑواں تھے اور عورتیں بھی۔ دونوں کی عمروں میں بھی فرق نہ تھا۔ ایک منحوس اور نہ سمجھ میں آنے والی یکسانیت کھانے کی میز پر طاری تھی۔" (6)

جڑواں افراد کا ہونا ایک قدرتی امر ہے، لیکن یہاں مردوں اور عورتوں دونوں کا جڑواں ہونا اور ان کی عمروں میں بھی کوئی فرق نہ ہونا فطرت کی خلاقیت کے خلاف ایک قول محال ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ کہانی میں کچھ غیر معمولی اور غیر فطری واقع ہو رہا ہے جو کہ قاری کو حیران کرتا ہے۔ یکسانیت عام طور پر تسکین دہ ہوتی ہے، لیکن یہاں اس کو "منحوس" اور "نہ سمجھ میں آنے والی" قرار دیا گیا ہے۔ یہ اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ کہانی میں یہ یکسانیت غیر معمولی اور پریشان کن ہے۔ جڑواں مردوں اور عورتوں کی یکسانیت اس بات کی عکاسی کرتی ہے کہ کہانی کے کرداروں کے تجربات بے معنی اور غیر فطری ہیں کیونکہ حقیقی زندگی میں مکمل یکسانیت اور ہمشکلی بہت کم دیکھنے کو ملتی ہے۔ یہ علامت انسانی زندگی کی بے رنگی اور یکسانیت کی عکاسی کرتی ہے یہ

Online ISSN 3007-3197
Print ISSN 3007-3189
http://amresearchreview.com/index.php/Journal/about

ایک قول محال ہے جو انسانی تجربات کی بے معنویت کو ظاہر کرتا ہے۔

۳۔پروفیسر کے چہرے پر زخم کا نشان:

پروفیسر کے چہرے پر موجود زخم، علم اور دانش کی تلاش میں پیش آنے والی مشکلات کی علامت ہے۔ یہ زخم اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ علم حاصل کرنا آسان نہیں بلکہ اس کے لیے قربانیاں دینی پڑتی ہیں۔ یہ قول محال ہے کہ ایک طرف زخم منفی چیز ہے جو درد اور تکلیف کا سبب بنتی ہے، لیکن دوسری طرف یہ علم و حکمت کی علامت بھی ہے۔ زخم کے باوجود پروفیسر کی شخصیت میں گہرائی اور دانشمندی کی جھلک نظر آتی ہے جو اس علامت کو دوہرا معنوی بناتا ہے۔ زخم ایک طرف دکھ درد کا بیان ہے تو ساتھ ہی ساتھ یہ علم ودانش کی سند کی حیثیت سے قابل فخر بھی ہے۔ اس کے علاوہ یہ خوف اور خوشی کے تضاد کا پہلو بھی ہے ۔ایک جسم پر دو چہرے دیکھ کر خوف کی سنسنی پھیلنا اور دوسری جانب عالم بننے کی خوشی بھی قول محال کی بہترین مثال ہے۔

پروفیسر کے چہرے پر زخم کا نشان، جو ظاہری طور پر بدصورتی کی علامت ہے، دراصل اس کی علمی اور فکری جدوجہد کی نشاندہی ہے۔ یہ زخم اس کی فکری محنت اور تعلیمی کاوشوں کا مظہر ہے، جس نے اسے معاشرے میں ایک منفرد مقام دلایا ہے۔ لیکن لوگوں کی نظروں میں یہ زخم ایک جسمانی نقص کے سوا کچھ نہیں، جو پروفیسر کے حقیقی وقار اور اس کی علمی حیثیت کو سمجھنے میں ناکامی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

یہ قول محال اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ کس طرح معاشرہ ظاہری پہلوؤں پر زیادہ توجہ دیتا ہے اور اصل جوہر کو نظرانداز کرتا ہے۔ پروفیسر کا زخم اس بات کی علامت ہے کہ حقیقی علم اور دانش جسمانی خوبصورتی یا ظاہری نمود و نمائش سے بالاتر ہیں۔ یہ ایک طاقتور پیغام ہے جو اس افسانے کے ذریعے پیش کیا گیا ہے۔

" بوڑھے کا چہرہ ایک گہرے زخم کے نشان کی وجہ سے دو حصوں میں بٹا ہوا تھا۔ لگتا تھا۔ جیسے یہ ایک چہرہ نہ ہو کہ دو چہرے ہیں جو ایک ساتھ اُسے پر اسرار انداز میں گھور رہے تھے۔ یہ ایک لمبا زخم تھا جو پیشانی سے لے کر ٹھوڑی تک جا رہا تھا۔ ایک گلابی سفید لکیر۔" (7)

پروفیسر کے چہرے پر زخم کا نشان ایسا دکھائی دیتا ہے، جیسے اس کے دو چہرے ہوں۔ یہ ایک غیر معمولی اور غیر فطری تصور ہے، جو قول محال کی نمائندگی کرتا ہے۔ دو چہرے ایک ساتھ ہونا حقیقت میں ایک ناقابل تصور بات ہے، جو کہانی کے پر اسرار اور غیر معمولی ماحول کو بڑھاتا ہے۔ زخم کا نشان انسانی زندگی کی مشکلات اور تکالیف کی عکاسی کرتا ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ پروفیسر نے زندگی میں بہت سی مشکلات اور تکلیفیں برداشت کی ہیں، جو اس کے چہرے پر گہرے زخم کے نشان کے طور پر ظاہر ہو رہی ہیں۔ یہ علامت انسانی وجود کی ناپائیداری اور مصائب کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

چہرے کی تقسیم ایک قول محال ہے کیونکہ ایک انسان کا چہرہ دو حصوں میں تقسیم ہونا ایک فطری بات نہیں ہے۔ یہ تقسیم انسانی شخصیت کی اندرونی جدوجہد اور تضاد کی علامت ہو سکتی ہے، جو کہ کہانی کے فلسفیانہ پہلوؤں کو اجاگر کرتی ہے۔ زخم کا نشان پروفیسر کے چہرے کو پر اسرار بناتا ہے، جیسے کہ یہ دو چہرے ہوں جو اس کے وجود کی گہرائیوں کو چھپاتے ہوں۔ زخم کا گلابی سفید رنگ بھی غیر فطری اور عجیب ہے، جو اس نشان کو مزید پر اسرار اور غیر معمولی بناتا ہے۔ یہ رنگ

Online ISSN 3007-3197
Print ISSN 3007-3189
http://amresearchreview.com/index.php/Journal/about

ایک اور قول محال کی نمائندگی کرتا ہے کیونکہ یہ حقیقی زندگی میں زخموں کے رنگ سے مختلف ہے۔

ان تمام عناصر کو مدنظر رکھتے ہوئے، پروفیسر کے چہرے پر زخم کا نشان ایک قول محال کی علامت کے طور پر کام کرتا ہے، جو کہانی کے پراسرار اور فلسفیانہ ماحول کو بڑھاتا ہے اور انسانی زندگی کی پیچیدگیوں اور تضاد کو اجاگر کرتا ہے۔

۴۔ سرنگ:

سرنگ ایک ایسی علامت ہے جو دو مختلف دنیاؤں کے درمیان راستہ فراہم کرتی ہے۔ یہ قول محال ہے کہ ایک ہی جگہ ہوتے ہوئے انسان مختلف حالتوں اور دنیاؤں میں موجود ہو سکتا ہے۔ سرنگ کا سفر ایک روحانی اور جسمانی تجربہ ہوتا ہے جو انسان کو ایک دنیا سے دوسری دنیا میں لے جاتا ہے، جو اس بات کا مظہر ہے کہ حقیقت میں بھی قول محال موجود ہے۔اس کے علاوہ یہ مادی دنیا اور روحانی دنیا کے تصور کو بھی قول محال کے طور پیش کر رہی کہ سرنگ کے اس پار یہ دنیا مادی ہے اور موت کی تاریکی کے بعد کی روحانی دنیا سرنگ ک دوسری طرف ہے۔ سرنگ کے ایک طرف ناامیدی اور دوسری طرف امید کی کرن کے طور پر پیش کرتی ہے۔

" سرنگ کی دیواروں سے رگڑ کھا کھا کر وہ چلتا رہا۔ دور، ایک سرے پر اندھیرا کچھ کم ہو رہا تھا۔ ہوا نے اپنا رخ بدل لیا۔ اب یہ بجائے مشرق کے شمال کی طرف سے آرہی تھی۔ ایک یکسر مختلف ہوا۔ سرنگ کا دوسرا دہانہ آرہا تھا۔" (8)

سرنگ کے دور دراز ایک سرے پر اندھیرا کچھ کم ہونا قول محال کی علامت ہے۔ یہ ایک فطری حقیقت ہے کہ سرنگ میں روشنی کم ہوتی ہے، لیکن اندھیرا کا کم ہونا اور روشنی کا نمودار ہونا ایک پراسرار عمل ہے جو حقیقت سے بعید ہے۔ اس کا مقصد انسانی زندگی کی ناہمواری اور غیر یقینی حالتوں کو اجاگر کرنا ہے۔ ہوا کا اچانک رخ بدلنا اور ایک مختلف سمت سے آنا بھی قول محال کی ایک مثال ہے۔ عموماً ہوا کی سمت میں اچانک تبدیلی فطری طور پر ممکن نہیں ہوتی، خاص طور پر سرنگ جیسے محدود جگہ میں۔ یہ علامت غیر یقینی صورتحال اور پراسراریت کو بڑھاتی ہے۔ ایک یکسر مختلف ہوا کا آنا بھی قول محال کی نمائندگی کرتا ہے۔ ہوا کی نوعیت میں اچانک تبدیلی، جو مشرق سے شمال کی طرف آرہی ہے، غیر معمولی ہے اور یہ علامت انسانی تجربات کی بے ترتیبی اور غیر متوقع تبدیلیوں کو اجاگر کرتی ہے۔ سرنگ کے دوسرے دہانے کی طرف پہنچنا، جہاں ہوا مختلف ہو جاتی ہے۔ یہ ظاہر کرتا ہے کہ زندگی میں مختلف مواقع اور تجربات اچانک اور غیر متوقع طور پر آ سکتے ہیں، جو حقیقت سے زیادہ فکشن کی دنیا میں ممکن ہے۔ سرنگ کی دیواروں سے رگڑ کھا کھا کر چلنا بھی ایک غیر معمولی تجربہ ہے۔ یہ علامت انسانی زندگی کی مشکلات اور جدوجہد کی نمائندگی کرتی ہے، جو غیر معمولی اور پراسرار ہے۔ یہ تمام عناصر مل کر کہانی کے پراسرار اور غیر معمولی ماحول کو بڑھاتے ہیں اور انسانی زندگی کی پیچیدگیوں، ناہمواریوں، اور غیر متوقع تبدیلیوں کو اجاگر کرتے ہیں۔

۵۔ پہاڑ پر طوائف کا کوٹھا:

Annual Methodological Archive Research Review
http://amresearchreview.com/index.php/Journal/about
Volume 3, Issue 10 (2025)

Online ISSN 3007-3197 Print ISSN 3007-3189

http://amresearchreview.com/index.php/Journal/about

پہاڑ پر طوائف کا کوٹھا معاشرتی تضادات کی ایک علامت ہے۔ پہاڑ ایک مقدس اور بلند مقام کی علامت ہے، اور اس پر طوائف کا کوٹھا ہونا قول محال ہے۔ یہ تضاد اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ معاشرہ بظاہر مقدس اور بلند اصولوں کی پیروی کرتا ہے لیکن حقیقت میں اس کی بنیادوں میں تضاد اور منافقت موجود ہوتی ہے۔ طوائف کا کوٹھا اس بات کی علامت ہے کہ معاشرتی اصول اور حقیقت میں تضاد پایا جاتا ہے۔ انسان اپنے معاشرے میں اپنے کردار کو بڑا خوبصورت کر کے دکھاتا ہے۔ جب کہ طوائف کے کوٹھے پر جا کر وہ اپنے کردار کے منفی پہلو کو اجاگر کرتا ہے۔ یہ بھی قول محال کی بہترین مثال ہے۔ صبح کے اجالے میں طوائف کو باعزت نہ سمجھنے والے معاشرے میں موجود اونچے شملے والے عزت دار مرد شام ڈھلتے ہی اسی طوائف کے کوٹھے پر اسے داد عیش دے رہے ہوتے ہیں۔ یہ قول محال معاشرے کے دوغلے پن کی بہترین عکاسی ہے۔

”کچھ فاصلے پر، روشنی نظر آئی جیسے کہیں اونچائی پر بہت سی موم بتیاں جل رہی تھیں۔ کوئی بستی تھی، چھوٹی سی بستی۔

وہ طوائفوں کے کوٹھوں کے سامنے کھڑا تھا۔ اپنے پتھر جیسے بھاری مگر موت جیسے ہلکے پیروں کے ساتھ اس نے ایک کوٹھے کی سیڑھیاں چڑھنا شروع کیں۔“(9)

پہاڑوں پر طوائف کے کوٹھے کا ہونا ایک غیر معمولی اور غیر فطری بات ہے۔ عموماً طوائفوں کے کوٹھے شہروں یا گنجان آبادیوں میں پائے جاتے ہیں، لیکن یہاں ایک پہاڑی علاقے میں ان کا موجود ہونا قول محال کی ایک علامت ہے۔ یہ کہانی کی حقیقت سے بعید ہونے کی نشاندہی کرتا ہے۔ پہاڑ کی اونچائی پر ایسے مقامات کا موجود ہونا غیر معمولی اور حیران کن بات ہے۔ عموماً پہاڑی علاقوں میں بستیوں کا وجود کم ہوتا ہے، لیکن یہاں ایک طوائفوں کی بستی کا موجود ہونا ایک غیر فطری تصور ہے جو کہانی کے حقیقت سے بعید ہونے کی نشاندہی کرتا ہے۔ یہ عناصر مل کر کہانی کے پراسرار اور غیر معمولی ماحول کو بڑھاتے ہیں اور انسانی زندگی کی پیچیدگیوں، ناہمواریوں، اور غیر متوقع تبدیلیوں کو اجاگر کرتے ہیں۔

۶۔ طوائف کی دوچہرگی:

طوائف کی دوچہرگی معاشرتی تضاد کی ایک واضح مثال ہے۔ ایک طرف طوائف کا جسمانی وجود ہے جو معاشرتی ناپسندیدگی کا شکار ہوتا ہے، جبکہ دوسری طرف اس کا جذباتی اور روحانی پہلو ہے جسے اکثر نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ طوائف کی دوہری شخصیت اس بات کی مظہر ہے کہ معاشرہ کس طرح افراد کے ایک پہلو کو دیکھتا ہے اور دوسرے پہلو کو نظر انداز کرتا ہے۔ یہ قول محال ہے کہ ایک ہی شخص کو معاشرہ دونوں صورتوں میں دیکھتا ہے لیکن انہیں الگ الگ تصور کرتا ہے۔ رات کی تاریکی چھاتے ہی طوائف کے کوٹھے پر جانے والے معاشرے کے باعزت ٹھیکیدار دن کے اجالے میں عورت کی عزت نفس کے تقدس کو پامال کرتے ہوئے اسے رذیل مخلوق گردانتے ہیں اور اسے انسانیت کے درجے سے ہی گرا دیتے ہیں۔

” ادھر دیکھو، اپنا چہرہ سامنے لاؤ، میں تمھارا انتظار کر رہی تھی۔ اس نے اپنا منھ اٹھا کر لڑکی کو غور سے دیکھا لڑکی جس کا آدھا چہرہ دنیا کا سب سے خوبصورت چہرہ

Online ISSN 3007-3197
Print ISSN 3007-3189
http://amresearchreview.com/index.php/Journal/about

تھااور آدھا چہرہ اتنا بھیانک اور مکروہ!۔"(10)

طوائف کا آدھا چہرہ دنیا کا سب سے خوبصورت اور آدھا چہرہ اتنا بھیانک اور مکروہ ہونا ایک قول محال کی علامت ہے۔ حقیقی دنیا میں کسی شخص کے چہرے پر اس طرح کا تضاد ممکن نہیں ہے۔ یہ علامت غیر معمولی اور غیر فطری ہے جو کہانی کے حقیقت سے بعید ہونے کی نشاندہی کرتی ہے۔ طوائف کے چہرے کا ایک حصہ انتہائی خوبصورت اور دوسرا حصہ انتہائی بدصورت ہے۔ یہ تضاد انسانی جذبات اور احساسات کی پیچیدگیوں کو ظاہر کرتا ہے، جو ایک ہی وجود میں خوبصورتی اور بدصورتی کو یکجا کرتا ہے۔ یہ علامت انسانی فطرت کی دوغلی حیثیت کو اجاگر کرتی ہے۔ طوائف کا کسی کا انتظار کرنا اور پھر اس کے سامنے اپنے دو چہرے پیش کرنا ایک غیر معمولی اور غیر فطری عمل ہے۔ جو ایک ہی وجود میں خوبصورتی اور بدصورتی کو یکجا کرتا ہے۔

۷۔ آدمی کا پیشاب:

آدمی کے پیشاب کی علامت انسان کی حیوانی اور جسمانی ضرورتوں کی یاد دہانی ہے۔ یہ قول محال ہے کہ ایک طرف انسان کو تہذیب یافتہ اور روحانی وجود کے طور پر دیکھا جاتا ہے جبکہ دوسری طرف اس کی بنیادی حیوانی ضرورتیں بھی ہیں جن کو نظرانداز کیا جاتا ہے۔پیشاب کی علامت انسان کی ان جسمانی ضرورتوں کی طرف اشارہ کرتی ہے جو اس کی تہذیبی اور روحانی حیثیت کے ساتھ متضاد ہیں۔انسان کی جبلی خصوصیات میں اس کے جسم کی آلائشیں ہیں اور ساتھ جبلی تقاضے پورے ہونے کا احساس بھی ہے۔ یہاں انسان کو ایک طرف تہذیب یافتہ دکھایا گیا ہے تو دوسری طرف اس کی حیوانی ضروریات کو پورا کرنے کا تکلیف دہ عمل بھی دکھایا گیا ہے۔

افسانے "زندوں کے لیے ایک تعزیت نامہ" میں پیشاب کا عمل ایک پیچیدہ اور علامتی پیراڈوکس کی حیثیت رکھتا ہے۔پیشاب ایک ایسا عمل ہے جو عام طور پر ذاتی اور خفیہ ہوتا ہے، مگر یہاں اسے عوامی جگہ پر انجام دیا گیا ہے، جس سے ایک سماجی اور نفسیاتی تضاد پیدا ہوتا ہے۔

افسانے میں یہ عمل اس وقت وقوع پذیر ہوتا ہے جب مرکزی کردار سخت سردی میں پھنس کر اپنے جسم کی تکالیف سے نبرد آزما ہے۔ جب وہ پیشاب کرتا ہے تو یہ نہ صرف جسمانی ضرورت کی تسکین ہے بلکہ اس کی بے بسی اور اندرونی کشمکش کی عکاسی بھی ہے۔ سردی اور خوف کے عالم میں پیشاب کا اخراج ایک فطری ردعمل ہے، مگر اس کے ساتھ ہی یہ ایک عوامی جگہ پر اس کی نجی اور ذاتی حدود کی پامالی بھی ظاہر کرتا ہے۔ یہ کردار کی ذہنی حالت کی بھی علامت ہے، جہاں اس کی بنیادی انسانی ضروریات اور سماجی قدریں ٹکراتی ہیں۔

" میں پیشاب کرنے کے لیے آپ کے گھر چلا آیا ہوں۔ مجھے احساس ہے کہ یہ ایک ناشائستہ اور غلط بات ہے۔ آپ کا گھر، جناب کوئی عوامی پیشاب گھر نہیں، جہاں کوئی بھی ایرا غیرا منہ اٹھائے گھسا چلا آئے۔ مگر آپ مجھے ایک بن بلایا غریب مہمان سمجھ کر معاف کر دیں"۔(11)

کسی اجنبی کا بغیر کسی پیشگی اجازت کے کسی کے گھر میں داخل ہو کر پیشاب کرنے کی درخواست کرنا ایک غیر متوقع اور عجیب حالت ہے۔ یہ سماجی معیار اور

Annual Methodological Archive Research Review
http://amresearchreview.com/index.php/Journal/about
Volume 3, Issue 10 (2025)

Online ISSN 3007-3197
Print ISSN 3007-3189
http://amresearchreview.com/index.php/Journal/about

اخلاقی اقدار کے خلاف ہے۔ درخواست کرنے والے کی ضرورت اور عاجزی کا اظہار بھی قول محال کا عنصر ہے۔اس کی جسمانی حالت (مثانے کی تکلیف) اسے اس حد تک لے آتی ہے کہ وہ سماجی اخلاقیات کو نظر انداز کر کے ایک اجنبی سے مدد طلب کرتا ہے۔

اس اقتباس میں قول محال کو اس طریقے سے استعمال کیا گیا ہے کہ یہ انسانی زندگی کی غیر متوقع اور عجیب و غریب حالتوں کو اجاگر کرتا ہے۔ یہ سماجی معیارات اور اخلاقی اقدار کو چیلنج کرتا ہے اور انسانی ضروریات اور عاجزی کو ایک فلسفیانہ رنگ میں پیش کرتا ہے۔ یہ افسانہ انسانی رویے، توقعات، اور سماجی ڈھانچے کے پیچیدہ اور کبھی کبھی مضحکہ خیز پہلوؤں کو بیان کرتا ہے۔

خالد جاوید کا افسانہ "زندوں کے لیے تعزیت نامہ" تین کہانیوں کے افسانوی مجموعہ میں شامل تیسرا افسانہ ہے۔ یہ مجموعہ 2020 میں شائع ہوا۔اس سے پہلے یہ تینوں افسانے الگ الگ شائع ہو چکے تھے۔

زیر مطالعہ افسانہ زندوں کے لیے تعزیت نامہ اسلوب، موضوع، تکنیک، تینوں اعتبار سے اہم ہے۔اس کا اسلوب سادگی اور پیچیدگی کا حسین امتزاج ہے اور ثنویت کی مدد سے پیش کیا گیا قول محال (پیراڈوکس) ہے۔افسانہ میں جگہ جگہ ثنوی دنیاؤں، دو مخالف بیانات سے پیدا ہونے والا مضحکہ خیز عمل کو پیش کیا گیا ہے۔اس میں مذہب، سائنس اور فلسفے کا ملنا یعنی ان سب کا انسانی جسم اور حسن میں شامل صفائی و گندگی کا متحد ہونا بھی قول محال ہے اور یہ افسانہ اپنی وجودی حیثیت میں ان کے اتحادِ ثلاثہ کے خلاف ادب اور آرٹ کے مقابل ایک بہترین متبادل ہے۔

افسانے میں زندوں اور مردوں کی دنیا کے درمیان موجود تضاد کو پیش کیا گیا ہے۔ یہاں وجود کی حالت اور اس کی عدم موجودگی دونوں کو بیک وقت بیان کیا گیا ہے۔خواب اور حقیقت کے درمیان فرق مٹ جاتا ہے، جس سے حقیقت کی فہم مشکل ہو جاتی ہے۔زمان و مکان کی قید سے آزاد ہو کر کرداروں کی حرکات و سکنات بیان کی گئی ہیں، جو کہ حقیقی زندگی میں ممکن نہیں ہوتی۔زندگی اور موت کے مفاہیم کو اس طرح سے ملا دیا گیا ہے کہ دونوں کے درمیان فرق کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔پروفیسر کے چہرے پر زخم کا نشان اس بات کی علامت ہے کہ علمی اور فکری دنیا میں بھی انسان کو تکلیف اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔یہ نشان اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ انسانی زندگی میں علم کے حصول کا راستہ آسان نہیں ہے بلکہ یہ تکالیف سے بھرا ہوا ہے۔ جڑواں لوگوں کو فطرت کی خلاقیت کے خلاف سمجھا جاتا ہے جو کہ ایک قول محال ہے۔اس کا مطلب ہے کہ جڑواں افراد کی موجودگی قدرت کی تخلیقی عمل میں ایک غیر فطری اور عجیب و غریب پہلو کی نمائندگی کرتی ہے۔ طوائف کی دوچہرگی انسانی معاشرت کی منافقت کی علامت ہے۔طوائف کا دوہرا چہرہ معاشرتی دوغلاپن اور اخلاقی قدروں کے دوہرے معیاروں کو ظاہر کرتا ہے۔ سرنگ ایک استعارہ ہے جو انسانی زندگی کے پوشیدہ اور پیچیدہ راستوں کی نمائندگی کرتی ہے۔یہ اس بات کی علامت ہے کہ زندگی کے بہت سے پہلو اور راستے نظر نہیں آتے اور انسان کو اندھیروں میں بھی چلنا پڑتا ہے۔پہاڑ پر طوائف کا کوٹھا ایک ایسی جگہ کی نمائندگی کرتا ہے جہاں انسانی خواہشات اور جبلتوں کا عروج ہوتا ہے۔یہ قول محال اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ بلند مقام پر بھی اخلاقی انحطاط ممکن ہے۔سائن بورڈ پر پھانسی

Online ISSN 3007-3197
Print ISSN 3007-3189
http://amresearchreview.com/index.php/Journal/about

کے پھندوں کے نشان یہ نشانی موت کی علامت ہے اور انسانی زندگی کی فانی ہونے کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ یہ اس بات کی بھی عکاسی کرتی ہے کہ انسان کی زندگی ہر وقت خطرے میں ہے۔ آدمی کا پیشاب انسان کی جسمانی اور حیوانی جبلتوں کی علامت ہے۔ یہ قول محال اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ انسانی جسم کی بنیادی ضروریات اور خواہشات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

افسانے میں سائن بورڈ پر پھانسی کے پھندوں کے نشان، جڑواں لوگوں کا فطرت کی خلاقیت کے خلاف سمجھا جانا، پروفیسر کے چہرے پر زخم کا نشان، سرنگ، پہاڑ پر طوائف کا کوٹھا، طوائف کی دوچہرگی، اور سب سے بڑھ کر آدمی کا پیشاب یہ سب زبردست مثالیں ہیں۔ ان سے افسانے میں کثیر الجہتی بصیرت پیدا ہوئی ہے۔

افسانے کا اختتام سٹیریوٹایپ عورت کی موت کی صورت میں ذرا سا روایتی ہوتا ہے مگر اس کی جان نثاری اور اس کی موت، ابدیت کے اس تصور پر سوالیہ نشان ہے جو کہ افسانے کے پہلے حصے میں ہے گو کہ ان حقائق سے افسانے کے مجموعی تاثر پر فرق نہیں پڑتا۔

حوالہ جات

1. ناصر عباس نیئر، پروفیسر، نئے نقاد کے نام خطوط، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، 2023، ص 123
2. ابوالاعجاز حفیظ صدیقی، کشاف تنقیدی اصلاحات، اردو فروغ قومی زبان، اسلام آباد، 2018، ص 198
3. ناصر عباس نیئر، پروفیسر، نئے نقاد کے نام خطوط، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، 2023، ص 123
4. انور جمال، پروفیسر، ادبی اصطلاحات، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، 2022ء، ص 151
5. خالد جاوید، ڈاکٹر، تین کہانیاں عریشہ پبلی کیشنز، دہلی، 2020، ص 118
6. خالد جاوید، ڈاکٹر، تین کہانیاں عریشہ پبلی کیشنز، دہلی، 2020، ص 119، 120
7. خالد جاوید، ڈاکٹر، تین کہانیاں عریشہ پبلی کیشنز، دہلی، 2020، ص 127
8. خالد جاوید، ڈاکٹر، تین کہانیاں عریشہ پبلی کیشنز، دہلی، 2020، ص 138
9. خالد جاوید، ڈاکٹر، تین کہانیاں عریشہ پبلی کیشنز، دہلی، 2020، ص 139-140
10. خالد جاوید، ڈاکٹر، تین کہانیاں عریشہ پبلی کیشنز، دہلی، 2020، ص 142
11. خالد جاوید، ڈاکٹر، تین کہانیاں عریشہ پبلی کیشنز، دہلی، 2020، ص 120

Online ISSN 3007-3197
Print ISSN 3007-3189
http://amresearchreview.com/index.php/Journal/about

کتابیات

بنیادی ماخذ:

خالد جاوید، ڈاکٹر، تین کہانیاں عریشہ پبلی کیشنز

ثانوی ماخذ:

1. ابوالاعجاز حفیظ صدیقی، کشاف تنقیدی اصلاحات، اردو فروغ قومی زبان، اسلام آباد، 2018ء
2. انور جمال، پروفیسر، ادبی اصطلاحات، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، 2022ء
3. انور سدید، ڈاکٹر، اردو ادب کی تاریخ، عزیز بک ڈپو، لاہور، 2014ء
4. خالد جاوید، ڈاکٹر، تین کہانیاں عریشہ پبلی کیشنز 2020ء
5. فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، افسانے کا آغاز وارتقاء، افسانہ اور ڈرامہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی پرنٹنگ پریس، اسلام آباد، 2022ء
6. محمد نہال افروز، پروفیسر، خالد جاوید: شخصیت و فن، روشان پرنٹرس، دہلی، 2018ء
7. ناصر عباس نئیر، پروفیسر، نئے نقاد کے نام خطوط، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، 2023ء